جرائم کا سدباب اور اسلام

تحریر محمد ارشد، لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ
گورنمنٹ اسلامیہ ڈگری کالج، نارووال

جرم کے لغوی معنی کاٹنے، خطا اور گناہ کے ہیں(۱) جبکہ اصطلاحی تعریف اصولیین یوں بیان کرتے ہیں

"الجرائم محظورات شرعية زجر الله عنها بحدٍ او تعزيرٍ" (۲)

ترجمہ (جرائم شرعی لحاظ سے وہ ممنوع اور غیر قانونی افعال ہیں جن پہ اللہ تعالیٰ نے (بلاواسطہ یا بالواسطہ) زجر وتوبیخ کی ہو خواہ حد کے طور پر یا تعزیر کے طور پر)

سو جرم ایسا غیر قانونی عمل ہے جس پر شریعت نے حد یا تعزیر کے طور پر سزا کو بیان کیا ہو۔ علاوہ ازیں کسی ممنوعہ فعل کو کرنا یا کسی لازمی حکم کو نہ ماننا بھی جرم شمار ہوتا ہے۔

الغرض ایک ایسا فعل یا حکم جس پر خدائی قانون کا حکم موجود ہو یا اس کی روشنی میں قانون بنایا گیا ہو۔ اس کی خلاف ورزی کی جائے اور شریعت میں اس پر سزا ہو شرعاً جرم ہے جبکہ سیکولر نظام میں جرم صرف اس وقت ہوگا جب دنیاوی اتھارٹیز اور حکمرانوں کے بنائے ہوئے قانون کی خلاف ورزی ہو۔ سو یہ سیکولر قانون خود تبدیلی کو چاہتا ہے۔ مسلم اُصولیین عام طور پر جرم (Crime) کیلئے الجریمۃ (Al-Jarimah) اور الجنایۃ (Al-Jinayah) کے الفاظ استعمال کرتے ہیں بلکہ زیادہ تر اصولیین اور قانون دان الجنایہ کی اصطلاح کو صرف ان جرائم کے لئے استعمال کرتے ہیں جو افراد (Perssons) کے خلاف ہوں۔

عبدالقادر عودہ جرم کی تعریف ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"معنى فعل او ترك نصت الشريعة على تحريمه والعقاب عليه" (۳)

ترجمہ (جرم ایسے کام کا ارتکاب ہے جس کی حرمت پر شریعت کی نص موجود ہو یا ایسے کام کا چھوڑ دینا ہے جس کے چھوڑنے پر شریعت نے سزا مقرر کی ہو)۔

ایک عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسے کہ چاند کی فضیلت ... سے تمام تاروں پر (سنن ابوداود و ترمذی)

ان تعریفات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامک لاء (Islamic Law) میں جرم تین اجزاء پر مشتمل ہے:

(i) کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم۔

(ii) شریعت کے اس مخصوص قانون کی خلاف ورزی۔

(iii) سزا کا بیان۔

اس سے مراد یہ ہے کہ جرم شریعت کے قانون کی خلاف ورزی سے عبارت ہے۔ اگر قرآنِ حکیم، سنت نبوی ﷺ کے واضح حکم اور اجماع قطعی کی خلاف ورزی ہو تو یہ واضح خلاف ورزی ہے اور اگر حکومت کی طرف سے شریعت کے عطا کردہ احکام و اختیارات کے مطابق بنائے گئے قوانین کی خلاف ورزی ہو تو بھی قرآنی حکم کی نافرمانی سمجھی جاتی ہے۔ جیسا کہ قرآنِ مجید میں فرمایا گیا ہے:

"یاایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم" (۴)

ترجمہ: (اے ایمان والو! اللہ اور رسول ﷺ اور صاحبانِ امر کی اطاعت کرو)۔

ان دلائل کی بناء پر اگر اسلامی ریاست کے بہبود عامہ کے انتظامی قوانین وضوابط کی خلاف ورزی ہو تو یہ بھی جرم کے دائرہ کار میں آتی ہے۔ کیونکہ یہ شریعت کے حکم کی بالواسطہ خلاف ورزی ہے۔ مختلف تعزیراتی نظاموں میں نئی افعال ایسے ہیں جو اصطلاحی طور پر جرم میں شمار ہوتے ہیں لیکن ان کے مرتکبین مجرمانہ کردار کے حامل نہیں ہیں جیسے ٹریفک قوانین، عمارات کی تعمیر کے قوانین وغیرہ کی خلاف ورزیاں جرم کے اصل تصور کے تحت نہیں آتے۔

قرآنِ مجید اور لفظ جرم کا استعمال

حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید قانون کی کتاب نہیں اور اس میں ایسی قانونی اصطلاحات استعمال نہیں ہوئیں جنہیں بہت سے قانون دانوں اور اسکالرز نے اختیار کیا ہے۔ قرآنِ حکیم میں بہت سے الفاظ عام یا خاص اہمیت کے مفہوم کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ مسلم اسکالرز عام طور پر قرآن وسنت میں استعمال ہونے والے الفاظ سے اصطلاحات اخذ کرتے ہیں۔ قرآن حکیم میں اس

فقیه واحد اشد علی الشیطان من الف عابد ☆ ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے

لفظ (مادہ) سے افعال (Verbs) اور اسماء (Nouns) تقریباً ۸۰ (اسی) بار استعمال ہوئے ہیں۔

چند ایک مقامات کا ذکر حسب ذیل ہے۔

۱۔ **سیصیب الذین اجرموا صغار عنداللہ (۵)**

ترجمہ: (عنقریب مجرموں کو اللہ کے ہاں ذلت پہنچے گی)۔

۲۔ **و کذلک نجزی المجرمین o (۶)**

ترجمہ: اور اسی طرح ہم مجرموں کو جزا دیتے ہیں۔

۳۔ **فعلی اجرامی وانا بری مما تجرمون o (۷)**

ترجمہ: (سو میرا جرم مجھ پر ہے اور میں تمہارے جرم سے الگ ہوں)۔

۴۔ **انہ من یات ربہ مجرما فان لہ جہنم لا یموت فیہا ولا یحیٰ (۸)**

ترجمہ: (بلاشبہ جو اپنے رب کے ہاں مجرم بن کر آتا ہے اس کے لئے دوزخ ہے جس میں وہ نہ مرے نہ جیئے)۔

۵۔ **یود المجرم لو یفتدی من عذاب یومئذ (۹)**

ترجمہ: (مجرم آرزو کریگا اس دن کے عذاب سے بچنے کیلئے فدیہ دے دیا جائے)

حدیث میں لفظ جرم کا استعمال:

"اعظمُ المسلمین جرماً عن سال عن شئی لم یحرمْ علیہ فحرم من اجل مسئلۃ" (۱۰)

(مسلمانوں میں سب سے بڑا جرم اس مسلمان کا ہے جس نے کسی ایسی چیز کے بارے میں سوال کیا جو پہلے حرام نہ تھی مگر اس کے سوال کی وجہ سے حرام قرار دے دی گئی)۔

ان آیات اور حدیث میں جرم، اجرام، مجرم، مجرمین، تجرمون، اجرموا کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

جرم اور گناہ میں فرق:

جرم اور گناہ کے مابین درج ذیل وجوہ کی بناء پر فرق بیان کی جا سکتا ہے۔

☆ الاجتہاد لا ینقض بالاجتہاد ☆ اجتہاد اجتہاد کے ساتھ باطل نہیں ہوگا ☆

۱۔ اگر غیر قانونی فعل بیان کردہ شروط (جیسا کہ جرم کی اصطلاحی تعریف میں تین شروط کا بیان ہوا) کے مطابق ہو تو اسے جرم قرار دیا جائے گا اور اگر ان شروط میں سے کوئی شرط مفقود ہو تو گناہ شمار ہوگا۔

۲۔ اگر غیر قانونی فعل اسلامی ریاست میں عدالت یا پولیس کی دست اندازی میں آتا ہو تو جرم کہلائے گا ورنہ وہ فعل گناہ کے درجے میں شمار ہوگا۔ اس لئے یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ ہر گناہ جرم نہیں مگر ہر جرم گناہ ہوتا ہے۔

انسانی جبلت میں جرم کے دواعی ومحرکات:

انسانی فطرت میں نیکی اور بدی دونوں ودیعت کی گئیں ہیں۔ قرآنِ حکیم کا ارشاد ہے:

"فالھمھا فجورھا وتقوھا" (۱۱)

(سو اللہ نے نفس کی طرف برائی اور نیکی کو الہام کیا)۔

سو ان کے اندر نیکی اور بدی دونوں قوتیں ودیعت کی گئیں ہیں۔ ان دونوں قوتوں میں مقابلہ ہوتا ہے۔ اگر انسان میں نیکی کی قوت غالب آ جائے تو وہ اخلاق کی تکمیل حاصل کر لیتا ہے اور اسی بنا پر وہ اشرف المخلوقات ہے اور اگر برائی کی قوت غالب آ جائے تو وہ چوپایوں سے بھی بدتر ہے۔

قرآنِ حکیم نفس امارہ کا ذکر اس طرح کرتا ہے:

"ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی" (۱۲)

(بلاشبہ نفس برائی کی طرف بہت حکم دینے والا ہے۔ سوائے اس کے جس پر میرے رب نے رحم کیا)۔

اس آیت میں برائی کی قوت کے غلبے کے وقت نفس کی حالت کا بیان ہے جس میں وہ انسان کو برائی کا حکم دیتا ہے اور اس کو گناہوں اور جرائم پر مائل کرتا ہے۔ اس چیز کو سامنے رکھتے ہوئے ملائکہ نے انسان کی تخلیق کے بارے میں اپنے اشکال کا یوں اظہار کیا۔

قالوا اتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفک الدماء" (۱۳)

(انہوں نے کہا کیا تو زمین میں ایسے انسان کو بنائے گا جو اس میں فساد

کیا آپ کو معلوم ہے کہ ☆ قانون شریعت ہی کا دوسرا نام فقہ اسلامی ہے ☆

کرے گا اور خون بہائے گا)۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے اس اشکال کو بالکل رد نہیں فرمایا کیونکہ انسان کے اندر نیکی کے ساتھ ساتھ برائی کی یہ قوتیں بھی موجود ہیں۔ چنانچہ سورہ آل عمران میں انسانی جبلت کا ذکر اس طرح ہے:

"زین للناس حب الشهوات من النساء والبنين والقناطير المقنطرة من الذهب والفضة والخيل المسومة والانعام والحرث ذلك متاع الحيوة الدنيا ط والله عنده حسن المآب" (۱۴)

(لوگوں کے لئے عورتوں، بیٹوں، سونے چاندی کے ڈھیروں، نشان زدہ گھوڑوں، مویشیوں اور کھیتوں سے شہوات کی محبت دل کش بنا دی گئی ہے۔ یہ دنیاوی زندگی کا سامان ہے اور اللہ کے ہاں اچھا ٹھکانہ ہے)۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ انسان کو کچھ محبتیں اور میلانات عطا کر دیئے گئے ہیں۔ اگر انسان ان چیزوں کو غلط انداز سے حاصل کرنے کی کوشش کرے اور توازن و اعتدال سے ہٹ جائے تو پھر انسان برائیوں اور جرائم کا مرتکب ہوتا ہے جیسے:

- نفسانی اور شہوانی تسکین کے لئے زنا جیسے جرم کا مرتکب ہوتا ہے۔
- بقاءِ نسل کے لئے ناجائز ذرائع جیسے جرائم کا مرتکب ہوتا ہے۔
- مال و دولت کے حصول کیلئے چوری، رہزنی، رشوت، کفر وارتداد جیسے جرائم کا مرتکب ہوتا ہے۔
- طاقت و عہدہ کے حصول کیلئے قتل و غارت اور دوسروں کے حقوق غصب کرنے جیسے جرائم کا مرتکب ہوتا ہے۔

یہی وہ بنیادی محرکات وعوامل ہیں جو کسی نہ کسی جرم کے پیچھے پنہاں ہوتے ہیں۔ چنانچہ اہل دنیا جب شریعت الٰہیہ سے دور ہوئے تو ان پر برائی کی جبلت غالب آ گئیں۔ یہی وجہ ہے کہ دورِ جاہلیت میں عرب وعجم میں کفر وشرک کے علاوہ بے شمار معاشرتی و اخلاقی جرائم موجود تھے بلکہ وہ جرائم پر فخر و ناز ان بھی تھے۔ جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ قرآنِ حکیم نے دورِ جاہلیت کے اس منظر کو یوں بیان فرمایا ہے:

"ظهر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس" (۱۵)

(خشکی اور تری میں فساد ظاہر ہوگا لوگوں کے اعمال کے سبب)۔

عرب وعجم کے اس ہیبت ناک منظر کو قرآنِ حکیم کی آفاقی کرنوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت وموجودگی نے یکسر تبدیل کر دیا اور یوں ابتداء عرب اور بعد ازاں پوری دنیا میں انقلاب برپا کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ کا تزکیہ نفس اور دلوں کی اصلاح:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض نبوی کو قرآنِ حکیم یوں بیان فرماتا ہے:

"یتلوا علیهم ایٰته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة "(۱۶)

وہ (رسول اللہ) ان (لوگوں) پر اس کی آیات تلاوت کرتے ہیں، ان کو (باطنی آلائشوں سے) صاف ستھرا کرتے ہیں اور ان کو کتاب وحکمت سکھاتے ہیں)۔

ان فرائض میں دوسرا فرض نبوت تزکیہ نفس ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نفوس کو پاک وصاف کیا اوران کی زندگیوں میں انقلاب برپا کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت، عدالت، ریاضت، مجاہدہ اوراخلاق میں یکتا و بے مثال تھی۔ لہٰذا عہد نبوی ﷺ میں بہت کم جرائم ہوئے اور جرائم سرزد ہونے کی صورت میں کئی بار خود بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوتے اور اپنے جرم کا اعتراف کرتے اور یوں مجرموں کو پکڑنے کے لئے پولیس یا دیگر اداروں کو قائم کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ اِس انداز کا احساس گناہ وجرم میں تزکیہ نفس کا نتیجہ ہے۔ اس کی متعدد مثالیں کتب احادیث میں موجود ہیں۔ مثلاً:

۱۔ حضرت ماعز بن مالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اورعرض کیا کہ میں نے زنا کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا رخ انور موڑ لیا۔ پھر انہوں نے عرض کیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے چار بار اقرار کیا۔ پھر پوچھا گیا اسے جنون ہے۔ اس کا جواب نفی میں آیا۔ پھر فرمایا: کیا اس نے شراب پی ہے؟ جواب ملا نہیں۔ پھر فرمایا: کیا شادی شدہ ہیں؟ اس کا جواب ہاں میں آیا۔ بعدازاں آپ ﷺ نے ان کو رجم کرنے کا حکم دیا۔ (۱۷)

علم وفن میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ثانی نہیں (محدث ابوزرعہ)

اسی مقام پر ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے آ کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم **طھرنی** (اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے پاک صاف کیجئے) یہ الفاظ تزکیہ نفس سے لفظی مناسبت بھی رکھتے ہیں۔

۲۔ کئی روایات میں ہے کہ غامدیہ نامی عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور آ کر عرض کیا: میں نے زنا کیا۔ مجھے پاک صاف کیجئے۔ میں حاملہ ہوں۔ فرمایا واپس چلی جاؤ۔ یہاں تک کہ بچہ پیدا ہو جائے۔ جب بچے کی ولادت ہوئی تو دوبارہ حاضرِ خدمت ہوئیں۔ پھر حکم ہوا کہ بچے کو لے جاؤ اور دودھ پلاؤ یہاں تک کہ کھانا شروع کر دے۔ وہ پھر حاضر ہوئی اور اس کے ساتھ بچہ بھی تھا جس کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا۔ آپ ﷺ نے وہ بچہ ایک مسلمان کے حوالے کیا۔ پھر حکم دیا کہ اس کے سینے تک گڑھا کھودو اور اس کو رجم (سنگسار) کرو۔(۱۸)

اس روایت کو بار بار پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ غامدیہ میں احساس جرم اس قدر ہے کہ بار بار بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو رہی ہیں کہ مجھے سزا دی جائے۔ مجھے پاک صاف کیا جائے۔ ان واقعات سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس دور میں تزکیہ نفس اور تربیت کا معیار کس قدر تھا۔

جرائم کا سدباب اور سزائیں:

اسلام چونکہ قیامت تک کے لئے ایک دائمی اور عالمی دین ہے۔ دوسرے تزکیہ نفس میں سارے لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے ہم پلہ نہیں ہو سکتے تھے۔ تیسرے انسانی جبلت وفطرت میں جرم کے دواعی ومحرکات ہونے کے باعث معاشرے میں جرائم کا ارتکاب ایک ضروری اور فطری امر تھا۔ اس لئے ایسے جرائم جو معاشرے میں امن وسکون کے قیام اور لوگوں کی عزت جان اور مال کی حفاظت میں رکاوٹ کا باعث بنتے ہیں، کے سدباب کے لئے اسلام نے صرف تزکیہ نفس عقائد و عبادات اور اخلاقی تعلیمات کے ذریعے جرائم کے سدباب پر اکتفا نہیں بلکہ اس کے لئے حدود و تعزیرات کے سخت قوانین بھی نافذ کئے۔ جن کی بدولت عہد نبوی ﷺ اور عہد خلفاء راشدین میں اسلامی ریاست اپنی سرحدی وسعتوں کے باوجود امن کا گہوارہ بن گئی۔ ذیل میں انہی حدود وتعزیرات کی قدرے تفصیل بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

جرائم کے سدباب کے لئے اسلام نے باقاعدہ حدود وتعزیرات کا نظام دیا ہے۔ یہ سخت سزائیں جرائم کی بیخ کنی میں اہم کردار ادا کرتی ہیں تاکہ ان سزاؤں کے پیش نظر آدمی جرم کے ارتکاب سے پہلے بارہا سوچے۔ علاوہ ازیں یہ سزائیں دوسروں کے لئے باعث عبرت بھی ہوں۔ یوں اسلام نے مملکت اسلامیہ کے باشندوں کے دین، جان، عزت، مال اور عقل کی حفاظت کے لئے اقدامات کئے ہیں۔

اسلام میں سزاؤں کی تین اقسام ہیں:

(۱) حدود (۲) قصاص ودیت (۳) تعزیرات۔

ان سزاؤں کی قدرے تفصیل درج ذیل ہے:

حدود حد کی تعریف ہے:

"عقوبة مقدرة تجب حقاً الله" (۱۹)

(وہ مقرر سزا جو حق اللہ کے حق کی حیثیت میں واجب ہوتی ہے)۔

حدود ایسی سزائیں ہیں جو اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مقرر ہیں۔ جن میں کوئی حکمران یا قاضی کمی بیشی کرسکتا ہے نہ معاف۔ یہ حدود سات ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ حد سرقہ:

کسی عاقل بالغ شخص کا دوسرے شخص کی ایسی چیز کا جس کی مالیت دس درہم یا اس سے زائد ہو یا چوتھائی دینار یا اس سے زائد، اس کی جائے حفاظت سے چھپا کر لے لینا سرقہ کہلاتا ہے۔ بعض روایات میں حد سرقہ کا نصاب ایک دینار یا ۴/۱ دینار یا اس سے زائد بیان کیا گیا ہے۔ (۲۰)

شریعت اسلامیہ نے چوری کی سزا قطع ید (ہاتھ کو کاٹنا) رکھی ہے۔ قرآنِ حکیم میں ہے:

"والسارق والسارقة فاقطعوا ایدیهما جزاء بما کسبا نکالا من الله ط والله عزیز حکیم ۝" (۲۱)

(چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبرتناک سزا اور ان کی کمائی کا بدلہ ہے اور اللہ

تعالیٰ بڑی قوت والا بڑی حکمت والا ہے)۔

قطع ید (ہاتھ کاٹنے) کی سزا اس آدمی، اس کے خاندان اور دیگر لوگوں کے لئے بھی عبرت کا باعث ہے تاکہ لوگ چوری جیسے سنگین جرم سے اجتناب کریں۔ اس سزا سے مقصود لوگوں کے مال ودولت کی حفاظت ہے۔

۲۔ حد زنا:

اسلام میں شرک اور قتل جیسے کبیرہ گناہوں کے بعد زنا کو کبیرہ گناہ اور جرم عظیم قرار دیا گیا ہے۔ غیر شادی شدہ زانی مرد وعورت کی سزا کو قرآنِ حکیم میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

"الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة ولا تأخذكم بهما رأفة في دين الله ط ان كنتم تؤمنون بالله واليوم الاخر وليشهد عذابهما طائفة من المؤمنين o "(۲۲)

(زنا کار عورت اور زنا کار مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو اور تم کو اللہ کے دین کے معاملے میں ان پر ترس نہ آئے اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور ان کی سزا کو مؤمنین کی ایک جماعت مشاہدہ کرے)۔

یہ سزا لوگوں کے سامنے دینے کا مقصد یہ ہے کہ لوگ اس سے عبرت حاصل کریں۔ شادی شدہ مرد وعورت کو رجم کی سزا (پتھروں سے اس طرح مارا جائے کہ اس کی موت واقع ہو جائے) ہے، احادیث میں رجم کی سزا کا ذکر ہے۔(۲۳) اتنی سخت سزا کی وجہ یہ ہے کہ شادی شدہ مرد وعورت کو جائز ذریعہ میسر ہوتا ہے مگر اس کے باوجود زنا کے مرتکب ہوتے ہیں یہ سزائیں جہاں زنا کے جرم سے بچانے کا ذریعہ بنتی ہیں وہاں غیرت کی بناء پر قتل وغارت جیسے جرائم سے بھی بچنے کا ذریعہ بنتی ہیں۔

۳۔ حد قذف:

شریعت اسلامیہ میں کسی پاک باز مرد یا پاک باز عورت پر زنا کی تہمت لگانے یا کسی صحیح

النسب شخص کے انکار کو کہتے ہیں: قرآنِ حکیم میں حد قذف کا ذکر ان الفاظ میں ہے:

"والذین یرمون المحصنات ثم لم یأتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة ابداً ج واولئک هم الفسقون o "(۲۴)

(اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر چار گواہ اپنے دعوے پر نہ لا سکیں تو ایسے لوگوں کو اسی کوڑے مارو اور آئندہ کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرو اور یہی لوگ فاسق ہیں)۔

اس آیت میں کسی پاک دامن پر تہمت لگانا جرم رکھ دیا گیا ہے اور اس پر دو سزائیں بیان کی گئیں ہیں:

(۱) اسی (۸۰) کوڑے۔ (۲) شہادت کی عدم قبولیت۔

یہ حد پاک مرد و زن کی عزت کی حفاظت کا ذریعہ ہے اور تہمت کے نتیجے میں لڑائی جھگڑے اور قتل و غارت جیسے جرائم سے بچنے کا سبب بھی ہے۔

۴۔ حد حرابہ: (رہزنی):

ڈکیتی اور رہزنی کو محاربت اور فساد فی الارض سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس سزا کا قرآنِ حکیم میں اس طرح ذکر ہے:

"انما جزاء الذین یحاربون الله ورسوله ویسعون فی الارض فساداً ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیهم وارجلهم من خلاف او ینفوا من الارض ط ذلک لهم خزی فی الدنیا ولهم فی الاخرة عذاب عظیم o "(۲۵)

(جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد برپا کرنے کو دوڑتے ہوتے ہیں ایسے لوگوں کی بس یہی سزا ہے کہ وہ قتل کئے جائیں یا سولی پر چڑھائے جائیں یا ان کے ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹ دیا جائے یا شہر بدر کر دیئے جائیں۔ یہ سزا ان کے لئے دنیا میں سخت رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لئے بڑا عذاب ہے)۔

اس آیت میں ڈکیتی، رہزنی اور دہشت گردی کی سزاؤں کو ''او'' (یا) کے ساتھ بیان کیا گیا ہے:

(i) قتل (ii) مخالف سمت سے ہاتھ اور پاؤں کا کاٹنا

(iii) سولی (iv) جلاوطنی۔

ڈکیتی اور دہشت گردی کی نوعیت کے مطابق ان چاروں سزاؤں میں سے کوئی ایک سزا دی جائے گی۔ یہ حد مختلف قسم کے جرائم سے بچنے کا بڑا مؤثر ذریعہ ہے اور لوگوں کی جان و مال کی حفاظت کا سبب بھی ہے۔

۵۔ حد شرب:

اسلام نے شراب نوشی کو حرام قرار دیا ہے کیونکہ یہ عقل کو زائل کرنے کا سبب ہے۔ اس کی سزا کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''من شرب بسقة خمر فاجلدوه ثمانین.'' (۲۶)

(جس نے شراب کا ایک گھونٹ بھی پیا تو اس کو اسی کوڑے لگاؤ)۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''ان النبی ﷺ اتی برجل قد شرب الخمر فجلده بجریدتین نحو اربعین.'' (۲۷)

(ایک شرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شاخوں والے چالیس کوڑے لگائے)۔

اس روایت سے شراب نوشی کے متعلق چالیس کے عدد کا معاملہ حل ہو جاتا ہے کہ اگر کوڑا سنگل ہو تو اسی (۸۰) اور اگر دوہرا ہو تو چالیس (۴۰) کوڑے لگائے جائیں۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں اسی کے عدد پر اجماع ہو گیا۔ (۲۸)

اسلام نے عقل کے تحفظ کے لئے شراب نوشی کو قابل جرم قرار دیا ہے۔ کیونکہ حالت شراب میں زنا، ڈکیتی اور قتل و غارت جیسے جرائم سرزد ہوتے ہیں۔ شراب نوشی سے اجتناب کی صورت میں ان جرائم سے بچا جا سکتا ہے۔

☆ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆

۶۔ حد بغاوت:

امام برحق (عوام یا اہل حل وعقد کا منتخب) کی اطاعت سے اعراض اور اس کے خلاف اُٹھ کھڑے ہونا بغاوت کہلاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"فمن اراد ان یفرق امر ھذہ الامة وھی جمع فاضربوہ بالسیف کائنا من کان "(۲۹)

(سو جو آدمی اس امت میں تفریق پیدا کرنے کا ارادہ کرے اسے تلوار سے قتل کر دو خواہ جو بھی ہو)۔

اسی طرح ایک اور روایت میں ہے: جب تم کسی ایک آدمی (کی خلافت) پر جمع ہو جاؤ اور اس کے بعد تمہارے پاس کوئی ایسا شخص آئے جو تمہاری طاقت کو توڑنا چاہے یا تمہاری جماعت کو منتشر کرنا چاہے تو ایسے شخص کو قتل کر دو۔

ان تمام روایات سے ثابت ہوا کہ بغاوت کی سزا قتل ہے البتہ یہ بات ملحوظ رکھنی چاہئے کہ معصیت اور خلاف شرع حکم میں حاکم کی اطاعت نہ کرنا بغاوت نہیں ہے بلکہ اس کی اطاعت نہ کرنا لازم ہے جیسے حدیث پاک میں ہے:

" لا طاعة للمخلوق فی معصیة الخالق " (۳۰)

(خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں)۔

بغاوت پر یہ سزا اس لئے ہے تاکہ امت مسلمہ میں انتشار اور فتنہ نہ پھیلے کیونکہ فتنہ سے بہت سی قتل وغارت ہوتی ہے۔ اسی لئے قرآن حکیم نے فرمایا:

" والفتنة اشد من القتل " (۳۲) (اور فتنہ قتل سے بھی سخت ہے)۔

سو اسلام نے قتل وغارت جیسے جرائم کی بنیاد بننے والے امر (بغاوت) کو ختم کرنے کا حکم دیا۔

۷۔ حد ارتداد:

ارتداد لوٹنے کو کہتے ہیں۔ اصطلاح شریعت میں اسلام سے لوٹ جانے کو ارتداد سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

"من بدل دینه فاقتلوه" (۳۲)

(جس نے اپنے دین کو تبدیل کیا اسے قتل کردو)۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی ایسے مسلمان کا خون جو اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں، حلال نہیں۔ مگر تین صورتوں میں۔ ایک تو شادی شدہ زانی، دوسرے قصاص میں اور تیسرے اس شخص کو جو اپنے دین اسلام اور مسلمانوں کی جماعت کو چھوڑنے والا ہو۔ (۳۳)

ایک اسلامی مملکت میں اس حد کا اجراء ضروری ہوتا ہے۔ اگر یہ سزا نہ ہوتو بہت سے شر پسند دین اسلام کو مذاق بنالیں کہ صبح اسلام لائیں اور شام کو کافر ہو جائیں۔ اس لئے اسلام کے بارے میں سنجیدہ رویہ اختیار کرنے اور اسلامی مملکت کو فتنہ سے محفوظ کرنے کے لئے اس حد کا نفاذ اہمیت کا حامل ہے۔

اس بحث سے معلوم ہوا کہ حدود کے نفاذ کا بنیادی مقصد لوگوں کو جرائم سے بچانا اور ان کے دین، جان، مال، عزت اور عقل کو محفوظ کرنا ہے۔

۲۔ قصاص و دیت:

قصاص و دیت میں حدود کے برعکس معافی بھی دی جاسکتی ہے۔ اس لئے یہ حدود میں شمار نہیں ہوتے۔ قصاص کا معنی بدلہ کے ہیں۔ اس کی دو اقسام ہیں۔

(i) قصاص فی النفس (ii) قصاص فی الاعضاء۔

قصاص فی النفس کے حوالے سے قرآنِ حکیم کا ارشاد ہے:

"یاایها الذین امنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی" (۳۴)

(اے ایمان والو! تم پر مقتولوں کے بارے میں قصاص کو فرض کیا گیا)۔

پھر قرآن پاک میں قصاص کو زندگی سے تعبیر کیا ہے۔

"ولکم فی القصاص حیوة یاولی الالباب ط لعلکم تتقون٥" (۳۵)

(اے عقل مندو! تمہارے لئے قصاص کے حکم میں زندگی ہے تاکہ تم (خون ریزی سے) بچو)۔

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے ☆

قرآن حکیم نے ایک انسانی جان کے قتل کو ساری انسانیت کے قتل کے مترادف قرار دیا:

"من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا ط"(۳۶)

(جس شخص نے ایک جان کو بلاعوض جان یا زمین میں فساد کے بغیر قتل کیا تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کر ڈالا)۔

نفس میں قصاص کے علاوہ اعضاء میں بھی قصاص کا حکم ہے:

"والعین بالعین والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص ط" (۳۷)

(اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں (کا بھی) بدلہ ہے)۔

قتل خطا میں قصاص کی بجائے دیت (Bloodmony) کو لازم قرار دیا گیا ہے۔ دیت اس مال کو کہتے ہیں جو جان کے عوض مقتول کے ورثاء کو ادا کیا جائے۔ اعضاء اور جوارح کے عوض پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ تاہم عام طور پر اس پر لفظ ارش بولا جاتا ہے۔ دیت کے حوالے سے قرآن پاک میں ہے:

"وما کان لمؤمن ان یقتل مؤمنا الا خطأً ومن قتل مؤمنا خطأً فتحریر رقبة مؤمنة ودیة مسلمة الی اهله "(۳۸)

(مؤمن کے شایان شان نہیں ہے کہ وہ کسی مؤمن کو قتل کرے سوائے خطا کے اور جس نے مؤمن کو غلطی سے قتل کیا تو اس کے ذمے مؤمن غلام کو آزاد کرنا اور مقتول کے ورثاء کی طرف دیت حوالے کرنا ہے)۔

اگر دیت اونٹوں کے ذریعے ادا کی جائے تو سو اونٹ ہوں گے۔ سونے کی صورت میں ایک ہزار دینار اور چاندی کی صورت میں دس ہزار درہم ادا کرنے ہوں گے۔ اعضاء میں بھی دیت ہے۔ بنیادی اعضاء پر پوری دیت ہے۔ بعض اعضاء پر نصف اور بعض پر دیت کا تیسرا حصہ لازم ہوتا ہے۔ تفصیلات کتب فقہ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

قصاص و دیت کے احکامات انسانی جان کے تحفظ میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۶۴ ہجری اور سن وصال ۲۴۱ ہجری ہے۔

احکامات نہ ہونے کی صورت میں انسانی جانوں کے ضیاع کو روکنا ناممکن ہو جائے اور قاتلوں کو کھلی چھٹی مل جائے۔

۳۔تعزیرات:

ایسی سزاؤں کو کہتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مقرر نہ ہوں بلکہ حاکم اور قاضی صورت حال کے مطابق اس کا تعین کرے۔ ذیل میں تعزیرات کو مرحلہ وار بیان کیا جاتا ہے:

(i) وعظ ونصیحت:

شریعت نے کئی ایک امور میں ابتداء تذکیر ونصیحت کی تلقین کی ہے جیسے بیویوں کی نافرمانی کے باب میں قرآنِ حکیم یوں وعظ ونصیحت کی بات کرتا ہے۔

"والتی تخافون نشوزھن فعظوھن" (۳۹)

(اور جن عورتوں سے تم کو نافرمانی کا خوف ہوتو ان کو نصیحت کرو)۔

اس انداز کی تذکیر، وعظ اور نصیحت ان لوگوں کو کی جاتی ہے جن کے جرائم پہلی دفعہ اور معمولی نوعیت کے ہوتے ہیں اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس انداز کی نصیحت انہیں مزید قانون شکنی اور نافرمانی سے بچنے میں معاون ثابت ہوگی۔

(ii) توبیخ:

اس میں وعظ ونصیحت کی نسبت سختی کا پہلو پایا جاتا ہے توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ لفظی بھی ہو سکتی ہے اور جسمانی بھی۔ صورت حال کے مطابق دیکھنا ہوگا کہ یہاں زبانی طور پر ڈانٹا جائے یا جسمانی طور پر۔

معروف صحابی حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ایک دفعہ اپنے غلام سے سخت ناراض ہوئے اور اس کو برا بھلا کہا۔ کہا اے سیاہ فام کے بیٹے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اس بات پر بہت ناخوش ہوئے اور فرمایا: یہاں سفید فام کے بیٹے کو سیاہ فام کے بیٹے پر کوئی فوقیت نہیں ہے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اس سے بہت زیادہ شرمندہ ہوئے اور انہوں نے اپنی

فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد ☆ ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے

ناک زمین پر رگڑنا شروع کر دی اور اپنے غلام سے کہا تم مٹی کو میری ناک پر رگڑنا شروع کر دو۔ یہاں تک کہ تم مطمئن ہو جاؤ۔ (۴۰)

بچوں کو نماز کی ترغیب دینے کے حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"علموا الصبی الصلوۃ ابن سبع سنن واضربوہ علیھا ابن عشرۃ"(۴۱)

(سات سال کی عمر میں بچے کو نماز پڑھنا سکھاؤ اور دس سال کی عمر میں اس کو مار کر نماز پڑھاؤ)۔

سو اس حدیث میں ترک نماز کی عادت سے نجات حاصل کرنے کے لئے بچوں کو ترغیب اور توبیخ کا حکم دیا گیا ہے۔

(iii) تہدید:

اس کا لغوی معنی ڈرانا ہے۔ مجرموں کو سزائیں دے کر بھی دوسروں کو جرم سے باز رکھا جاتا ہے۔ بعض اوقات مجرموں کے سروں پر تلوار کے لٹکانے سے بھی تہدید ہوتی ہے۔ اسی طرح بعض اوقات ان جرائم کی سزاؤں کا ذکر کر کے بھی لوگوں کو جرم سے باز رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ قرآنِ حکیم نے بھی یہ انداز اپنایا ہے اور جابجا مجرموں کے لئے دوزخ اور اس کی ہولناکیوں کو بیان کیا ہے تاکہ ان کے ذہن پر ان جرائم کی سزائیں نقش ہو جائیں اور یوں ان سزاؤں کے بار بار ذکر سے ان سزاؤں کا یقین بھی ہو جاتا ہے۔ اس حوالے سے چند ایک مقامات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

"یوم یحمی علیھا فی نار جھنم فتکوی بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم." (۴۲)

جس دن دوزخ کی آگ زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے مال پر دہکائیں گے پھر اس سے ان کے ماتھے، کروٹیں اور پیٹھیں داغیں گے)۔

"انہٗ من یات ربہ مجرماً فان لہٗ جھنم لا یموت فیھا ولا یحی"(۴۳)

(بات یہی ہے کہ جو کوئی اپنے رب کے پاس گناہ لے کر آیا سو اس کے

واسطے دوزخ ہے۔ اس میں نہ مرتا ہے نہ جیتا ہے)۔

"الذین یحشرون علی وجوھھم الی جھنم اولئک شر مکانا"(۴۴)

(جو لوگ منہ کے بل دوزخ کی طرف گھیر کر لائے جائیں گے انہی لوگوں کا برا ٹھکانا ہے)۔

"یوم نقول لجھنم ھل امتلات وتقول ھل من مزید ٥ "(۴۵)

(جس دن ہم دوزخ کو کہیں گے کیا تو بھر چکی اور وہ بولے گی کچھ اور بھی ہے (یعنی مجرموں اور نافرمانوں کو مزید طلب کرے گی)۔

(iv) الہجر (بائیکاٹ):

ابتدائی سزاؤں میں سے ایک سزا بائیکاٹ بھی ہے تاکہ بندے میں یہ احساس پیدا کیا جائے کہ وہ ابتدائی مرحلہ پر ہی برائی سے بچ جائے۔ قرآنِ حکیم نے عائلی زندگی کے حوالے سے یوں ذکر فرمایا:

"واھجروھن فی المضاجع " (۴۶)

(بیویوں کو ان کی خواب گاہوں (بستروں) سے جدا کر دو)۔

اس مقام پر نافرمان خواتین کے رویے کو بہتر بنانے کے لئے وعظ و نصیحت کے بعد خواب گاہوں میں عارضی جدائی کے طریق کو اپنانے کا حکم ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی نے بھی تعزیر کے طور پر بائیکاٹ کی سزا کو اپنایا اور غزوہ تبوک میں شرکت نہ کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (کعب بن مالک، مرہ بن ربیعہ، ہلال بن امیہ) سے معاملات اور بات چیت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی منع فرما دیا۔(۴۷) اس واقعہ کی تفصیلات پڑھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔

اس واقعہ کے پچاس دن بعد قرآنِ حکیم کی یہ آیت نازل ہوئی۔

"وعلی الثلثة الذین خلفوا حتی اذا ضاقت علیھم الارض بما رحبت وضاقت علیھم انفسھم وظنوا ان لا ملجا من اللہ الا الیہ ط

ثم تاب علیهم لیتوبوا ط ان الله هو التواب الرحیم o " (۴۸)

(اور تین پیچھے رہ جانے والے افراد پر زمین کشادہ ہونے کے باوجود تنگ ہوگئی اور ان کی زندگیاں ان پر بوجھ بن گئیں اور انہوں نے یقین کر لیا کہ ان کیلئے اللہ کے سوا کوئی اور پناہ گاہ نہیں ہے۔ پھر اللہ نے ان پر رجوع فرمایا تا کہ وہ توبہ کریں۔ بلاشبہ اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا ہے)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قید اور جلاوطنی کے ساتھ بائیکاٹ والی سزا بھی دی۔ سزا کے ساتھ ان کی طرف سے یہ اعلان ہوتا کہ کوئی آدمی جرم کرنے والے سے بات چیت نہ کرے جب تک کہ وہ اپنے کئے پر نادم اور شرمندہ نہ ہو اور اپنی اصلاح نہ کر لے۔ انہوں نے اس طرح کی سزا کئی اعلیٰ انتظامی افسروں کو بھی دی۔ (۴۹)

V۔ تشہیر:

اس سزا کا مقصد یہ ہے کہ عوام الناس عبرت حاصل کریں اور وہ ان جرائم کے ارتکاب سے بچنے کی کوشش کریں۔ قرآنِ حکیم نے زنا پر سو کوڑے کی سزا بیان کرنے کے بعد فرمایا:

"ولیشهد عذابهما طائفة من المؤمنین o "

(اور مؤمنین کا ایک گروہ ان کی سزا کے وقت حاضر ہو)۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عاملِ زکوٰۃ کی برسرِ عام منبر پر بیٹھ کر مذمت فرمائی، جس نے جمع شدہ مال کے دو حصے کر دیئے اور کہا کہ ایک حصہ لوگوں نے مجھے بطور تحفہ دیا ہے اور دوسرا حصہ زکوٰۃ کا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو اپنے والدین کے گھر بیٹھا رہتا تو پھر معلوم ہوتا کہ کون تحفے دیتا ہے۔ (۵۰)

اس لئے قاضی اور جج کیس کی نوعیت کا جائزہ لے کر فیصلہ میں تحریر کرتا ہے کہ یہ سزا عوام الناس کے سامنے دی جائے گی۔

Vi۔ غرامہ (جرمانہ):

جرمانے کی سزا عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں دی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے سے زکوٰۃ اور جرمانہ لینے کا ذکر ان الفاظ میں ملتا ہے:

کیا آپ کو معلوم ہے کہ: ☆ قانونِ شریعت ہی کا دوسرا نام فقہ اسلامی ہے ☆

"انا اخذوها وشطر ماله "(۵۱)

(بلاشبہ ہم اس سے زکوۃ اور اس کے مال کا آدھا حصہ لینے والے ہیں)۔

ایک اور روایت میں چوری پر جرمانے کا ذکر یوں ہے:

"من سرق دون ذلک فعلیه غرامة مثلیه والعقوبة "(۵۲)

(جس نے نصاب سرقہ سے کم مالیت کی چیز چرائی اس پر مسرقہ چیز کی مالیت سے دوگنا جرمانہ لازم ہوگا اور سزا بھی دی جائے گی)۔

سو آج کل تعزیر کے طور پر بہت سی بدعنوانیوں پر جرمانے کی سزا دی جاتی ہے۔ جرمانے کی مالیت کا تعین جرم کی نوعیت کے مطابق قاضی کرے گا۔

vii۔حقوق/عہدے سے محرومی:

کسی شخص کو اس کے جرم کی پاداش میں اس کے حقوق سے محروم کیا جا سکتا ہے جیسے کسی کو گواہی سے محروم کرنا یا کسی جرم کے ارتکاب کے باعث اس کو عہدے سے سبکدوش کیا جا سکتا ہے۔ یہ دونوں قسم کی سزائیں بطور تعزیر دی جاتی ہیں۔(۵۳)

viii۔حبس وقید:

کتاب وسنت میں قید کے لئے متعدد الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جیسے حبس، سجن، نفی، امساک، عزل، تغریب۔ قرآنِ حکیم نے سورہ یوسف میں کئی بار قید کے تصور کو بیان کیا ہے۔ خواتین کے لئے عمر قید کا تصور قرآنِ حکیم میں اس طرح ہے:

"فامسکوهن فی البیوت حتی یتوفهن الموت" (۵۴)

(بدکار خواتین) انکے گھروں میں قید رکھو یہاں تک کہ ان کو موت آجائے)

حدیث پاک میں ہے:

"ان رسول الله ﷺ حبس ناساً فی تهمة" (۵۵)

(بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے چند لوگوں کو تہمت کی بناء پر قید میں رکھا)۔

عہد فاروقی رضی اللہ عنہم میں قید کی سزا کے لئے باقاعدہ جیل کا قیام عمل میں لایا گیا۔ علامہ شبلی نعمانیؒ کہتے ہیں:

''حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اول مکہ معظمہ میں صفوان بن امیہ کا مکان چار ہزار درہم پر خریدا اور اس کو جیل خانہ بنایا پھر اور اضلاع میں بھی جیل خانے بنوائے۔(۵۶)

آج کے دور میں مختلف جرائم اور بدعنوانیوں پر تعزیر کی بنا پر سزائے قید بھی دی جا سکتی ہے۔

جلد (کوڑے):

بعض سزاؤں (شراب نوشی، غیر شادی شدہ کا زنا) میں حد کے طور پر کوڑوں کی سزا ہے۔ اگر ان جرائم کا ثبوت اجرائے حد کے لئے ناکافی ہو تو کم کوڑوں کی سزا دی جا سکتی ہے۔ اسی طرح بعض ایسے جرائم جن کا حدود میں شمار نہ ہوتا ہو، میں کوڑوں کی سزا دی جا سکتی ہے۔ کوڑوں کی تعداد کا تعین حکومت اور عدالت میں منحصر ہے۔ بعض اسکالرز نے کم از کم کوڑوں کی تعداد تین بیان کی ہے اور زیادہ سے زیادہ کوڑوں کی تعداد کے بارے میں ایک یہ ہے کہ یہ ننانوے (۹۹) تک ہو سکتی ہے یعنی سو سے کم ہو کیونکہ حد کے طور پر کوڑوں کی تعداد ۱۰۰ کوڑے ہے۔ اسی میں دوسرا مؤقف یہ ہے کہ ان کی تعداد کا تعین جرم کی سنگینی پر منحصر ہے اور یہ تعداد سو (۱۰۰) سے زائد بھی ہو سکتی ہے۔ یہ مؤقف امام مالک رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے۔(۵۷)

ix۔ جلاوطنی:

جلاوطنی کی سزا کا ذکر بھی کتاب وسنت میں موجود ہے۔ قرآنِ مجید میں آیت محاربت میں ہے:

"او ینفو من الارض"(۵۸) (یا ان محاربین کو جلاوطن کر دیا جائے)۔

اسی طرح حدیث پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر شادی شدہ زانی کے لئے فرمایا:

"جلد مائة وتغریب عام" (۵۹) (سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی)

عہد فاروقی میں بہت سے واقعات میں جلاوطنی کی سزا دی گئی۔ آج بھی مختلف جرام میں ان کی سنگینی یا مجرموں کی صورت حال کے مطابق جلاوطنی کی سزا بطور تعزیر دی جا سکتی ہے۔

x۔ قتل:

عام طور پر تعزیر کم سنگین جرائم سے متعلق ہے۔ سزائے موت عام طور پر زیادہ سنگین جرائم

پر دی جاتی ہے۔ بہر حال اسلامی قانونی تعزیرات کا عمومی اصول یہ ہے کہ ترجیحاً سزائے موت تعزیر کے طور پر نہیں دی جانی چاہئے۔ تاہم بہت سے اصولیین کا اس بات سے اتفاق ہے کہ اگر ضرورت ہو تو سزائے موت بھی تعزیراً دی جاسکتی ہے۔ جیسے منشیات کی خرید و فروخت پر کیونکہ یہ ایک نہیں بلکہ کئی جانوں کے ضیاع کا باعث ہے۔ اسلام کے قانونِ تعزیرات میں قتل کی سزا پر مغرب کا اعتراض بالکل درست نہیں ہے کیونکہ برطانیہ میں ۲۰۰ کے قریب اور فرانس میں ۱۱۵ جرائم میں قتل کی سزا ہے۔ (۶۰)

xi۔ صلب/سولی:

سولی چڑھانے کا ذکر آیت محاربت میں یوں ہے:

"او تصلبوا" (۶۱) (یا ان محاربین کو سولی دی جائے)۔

یہ سزا ان سنگین جرائم پر بطور تعزیر دی جاسکتی ہے جو کہ حدود کے تحت نہیں آتے۔ جیسے بچوں کے اغواء برائے تاوان پر۔ اسی طرح قومی مجرموں، رشوت کی بیخ کنی کے لئے راشی افسروں کے لئے سولی کی سزا، مجرمین کے ساتھ ساتھ دیگر لوگوں کے لئے بھی عبرت کا نشان ہوگی۔ ایسے ہی گینگ ریپ کے مجرموں کے لئے عبرتناک سزا تمام لوگوں کے لئے باعث عبرت ہوگی بلکہ بعض صورتوں میں سرعام پھانسی اور پھر تادیر نعش سولی پر لٹکتے رہنا انتہائی عبرت کا سبب ہوگی۔

اسلام میں قصاص و دیت، حدود اور تعزیرات کے ضمن میں یہ سزائیں معاشرے میں جرائم کے سدباب اور امن و امان کی فراہمی میں انتہائی اہمیت کی حامل ہیں۔

اسلامی ریاست میں جرائم کے سدباب کے ادارے

اسلامی ریاست کے باشندوں کو امن و سلامتی اور ان کے جان و مال کو تحفظ میسر ہوتا ہے اور یہ تبھی ممکن ہے جب کہ وہاں جرائم کا مکمل سدباب ہو۔ اسلامی ریاست جہاں اپنی رعایا کو بہت سی سہولیات فراہم کرتی ہے۔ وہاں ان کو نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کی ذمہ داری بھی سونپتی ہے۔ برائی کے خاتمے میں انفرادی سطح پر کردار ادا کرنے کے باوجود معاشرتی اور حکومتی سطح پر قوت و طاقت کا استعمال انتہائی ضروری ہے۔ اسلامی ریاست میں کئی ایک اداروں کا جرائم کے سدباب میں

☆ الاجتہاد لا ینقض بالاجتہاد ☆ اجتہاد اجتہاد کے ساتھ باطل نہیں ہوتا

نہایت اہم کردار ہوسکتا ہے۔ مثلاً:

(i) امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا محکمہ (ii) پولیس اور جیل خانہ جات (iii) عدالتی نظام کا محکمہ

اس اجمال کی تفصیل کچھ یوں ہے:

(۱) امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا محکمہ:

قرآنِ حکیم نے حکمرانوں کے فرائض یوں بیان کئے ہیں:

"الذین ان مکنھم فی الارض اقامو الصلوۃ واتوا الزکوۃ وامروا بالمعروف ونھو عن المنکر" (۶۲)

(اگر ہم ان کو زمین میں حکومت دیں تو وہ نماز، زکوۃ، اچھائی کا حکم اور برائی سے ممانعت کا نظام نافذ کرتے)۔

اس آیت میں حکمرانوں کے چار فرائض کا تذکرہ ہے:

(i) نظام صلوٰۃ (ii) نظام زکوٰۃ (iii) امر بالمعروف (iv) نہی عن المنکر۔

حکومتی سطح پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا نظام قائم کرنا بھی اس کی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر انفرادی اور جماعتی وگروہی سطح پر کوئی کرے بلکہ حکومت کو باقاعدہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا محکمہ قائم کرکے اچھائیوں کی ترغیب اور برائیوں کو ختم کرے۔ حکم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ" (۶۳)

تم میں سے جو کوئی برائی دیکھے سو وہ اپنے ہاتھ (طاقت) سے روکے۔

اس حوالے سے حکومتی سطح پر اس محکمہ کے ذریعے بہت سے اقدامات کئے جاسکتے ہیں۔ مثلاً

(i) ٹی وی/ ریڈیو اور وزارت ہذا کا کردار:

حکومت کا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا محکمہ ٹی وی اور ریڈیو کے ذریعے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام کرے اور ان ذرائع ابلاغ کے باعث تعلیم و تربیت کا اہتمام کرے اور ان کے پروگراموں کو اسلامی تہذیب و اخلاق کے مطابق کرے اور ہر وہ پروگرام

☆ اترکوا قولی بخبر الرسول = حدیث مل جائے تو میرے قول کو چھوڑ دو (امام اعظم) ☆

جو اخلاقیات کو خراب کرنے والا ہو، اس کو روک دیا جائے۔

آج کل ٹی وی اور ریڈیو کے ذریعے ترجمہ قرآن اور دیگر اسلامی پروگرام اچھا اقدام ہے لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ بقیہ پروگرامز کا مقصد تخریب اخلاق کی بجائے تعمیر اخلاق ہونا چاہئے تاکہ معاشرے کا مجموعی ماحول نیکی کیلئے سازگار ہو۔ اس حوالے سے تعزیرات پاکستان دفعہ ۲۹۴ کے مطابق فحش گانوں پر سزا پر عمل درآمد کیا جائے۔ (۶۴) اور اس ضمن میں مزید قانون سازی بھی کی جائے۔

(ii) انٹرنیٹ کا استعمال:

آج کل انٹرنیٹ کے ذریعے ہر چیز کو پوری دنیا تک پہنچایا جا سکتا ہے۔ اس لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا محکمہ سرکاری سطح پر اسلامی تعلیمات فیڈ کرے۔ اگرچہ مختلف افراد اور تنظیمات یہ کام کر رہی ہیں مگر اس میں وسعت اور یکسانیت کا فقدان ہے۔ حکومت کی اس وزارت کو انٹرنیٹ کے ذریعے برائی کی اشاعت کو روکنے کے لئے اقدامات کرنے چاہئیں اور پرائیویٹ سیکٹر کی ویب سائٹس کو چیک کیا جائے اور ان کے لئے وضع کردہ ضابطہ اخلاق کی پابندی نہ کرنے والی تنظیمات کے خلاف تادیبی کارروائی کی جائے۔

(iii) اخبارات ورسائل:

حکومت کی اس وزارت کے فرائض میں سے یہ بھی ہے کہ اخبارات و رسائل (پرنٹ میڈیا) کے ذریعے نیکیوں اور اچھائیوں کی ترغیب اور برائیوں سے بچاؤ کا اہتمام کرے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اخبارات و رسائل کو جو ضابطہ اخلاق دیا گیا ہے اور اس حوالے سے جو ملکی قوانین بنائے گئے ہیں۔ ان پر عمل درآمد کو یقینی بنایا جائے جیسے تعزیرات پاکستان دفعہ ۲۹۲ کے مطابق فحش کتب، پمفلٹ، اخبار، پرنٹنگ اور تصویر کھینچنے، تقسیم کرنے اور رکھنے پر تین ماہ کی سزا یا جرمانہ یا دونوں سزائیں ہیں۔ (۶۵)

آج کل اخبارات و رسائل کے سرورق پر خواتین کی نیم عریاں تصاویر شائع کر کے اس کی اشاعت کو بڑھانے کی تدبیر کی جاتی ہے مگر دراصل یہ نوجوان نسل کے ہیجان انگیز جذبات ابھارنے

اور ان کو بے راہ روی پر مائل کرنے کا باعث ہے۔ وزارت ہذا اس طرح کے وہ تمام اقدامات کرے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تحت حکومت کے ذمے لازم ہیں۔ حکمران اس فریضہ کو وزارت مذہبی امور اور وزارتِ اطلاعات کے ذریعہ سے بھی سرانجام دے سکتے ہیں۔

۲۔ پولیس و جیل خانہ جات:

(i) پولیس:

پولیس کے مقاصد و فرائض میں نظم و نسق کا قائم رکھنے، قانون شکنی اور جرائم کی روک تھام کے ساتھ ساتھ لوگوں کے جان و مال کی حفاظت بھی ہے۔

عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حبس و قید کی سزا تو تھی مگر ایسے لوگوں کو پکڑنے اور سزا دلوانے کے حوالے سے باقاعدہ محکمہ نہ تھا۔ محکمہ پولیس باقاعدہ عہد فاروقی رضی اللہ عنہم میں قائم ہوا۔ علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ پولیس کا محکمہ مستقل طور پر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قائم ہوا۔ اس وقت اس کا نام احداث تھا۔ پولیس افسران کو صاحب الاحداث کہتے تھے۔ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو تصریح کے ساتھ پولیس کے اختیارات دیئے مثلاً دکاندار ترازو میں دھوکہ نہ دینے پائیں۔ کوئی شخص سڑک پر مکان نہ بنائے (ناجائز تجاوزات سے روکا جائے) جانوروں پر زیادہ بوجھ نہ لادا جائے۔ شراب اعلانیہ نہ بکنے پائے۔ (۶۶)

سو آج کل پولیس کو شراب اور منشیات جیسی حرام اشیاء کی خرید و فروخت اور برائی و عصمت فروشی کے اڈوں کا خاتمہ کرنے میں اہم کردار ادا کرنا چاہئے۔ اسی طرح جدید آلات سے لیس ہو کر دشت گردی کی پیش بندی کرنی چاہئے تا کہ لوگوں کے جان و مال محفوظ رہ سکیں۔ پولیس کی تنخواہیں مناسب ہونی چاہئیں تا کہ وہ مجبور ہو کر رشوت نہ لیں اور بنیادی سہولیات وضروریات کی فراہمی کے باوجود اگر رشوت لیں تو ایسے لوگوں سے سختی سے نمٹا جائے۔ آج کل پولیس ایکٹ ۲۰۰۲ء لایا گیا ہے جس میں کئی ایک اصلاحات ہیں۔ بہرصورت پولیس کو آج مجرموں کی پشت پناہی کی بجائے مجرموں کی بیخ کنی کرنی چاہئے۔ تھانے کے ماحول کو ایسا بنائیں کہ شریف آدمی تھانے میں آتے ہوئے نہ جھجکے۔ اور یہ ادارہ رشوت سے مکمل طور پر آزاد ہونا چاہئے۔ اس کے لئے اوپر کی سطح سے احتساب ہونا چاہئے تا کہ تھانے بیچنے کا تصور ختم ہو سکے۔

☆☆☆ اتحاد امت وقت کی اہم ضرورت ہے ☆☆☆

(ii) جیل خانہ جات:

قرآنِ حکیم میں سورۃ یوسف میں کئی بار قید کا ذکر ملتا ہے۔ سورۃ نساء میں بھی خواتین کو عمر قید کا تصور ملتا ہے۔ عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں مختلف غزوات میں قیدیوں کا ذکر ملتا ہے نیز تہمت کی بناء پر حبس و قید کی مثالیں بھی ملتی ہیں۔ (۶۷) فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے باقاعدہ جیل خانہ جات کا آغاز کیا اور مکہ میں صفوان بن امیہ کا مکان لے کر جیل بنائی۔ (۶۸) اس کا بنیادی مقصد مجرموں کی اصلاح تھا تاکہ ان کو گناہ اور جرم کا احساس دلایا جائے اور دوبارہ ایک مفید شہری بنایا جائے۔ ہمارے ہاں اس مقصد کا الٹ ہو رہا ہے۔ ایک بے گناہ آدمی مجرم اور ایک عام مجرم بڑا مجرم بن کر نکلتا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ جیل خانہ جات کے مقصد کو پورا کیا جائے۔ وہاں پر مناسب تعلیم کا بندوبست کیا جائے۔ حکومت وقت جیل کے حالات کو بہتر بنائے اور اسے اصلاح کا ذریعہ بنائے تو اس سے یقیناً مجرمین اور جرائم میں کمی ہوگی۔

۳۔ عدالتی نظام:

اسلامی ریاست میں جرائم کے سدباب کے لئے عدالتی نظام انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اگر عدالتی نظام بالکل ٹھیک ہو اور مجرموں کو بروقت سزائیں مل رہی ہوں تو پھر معاشرے میں جرائم کا خاتمہ ممکن ہو سکتا ہے۔ ہمارا عدالتی نظام خاصا اصلاح طلب ہے۔ اگر یہ اصلاح ہو جائے تو عدالتی نظام بہت بہتر ہو سکتا ہے۔

رشوت کی لعنت:

اسلام نے رشوت جیسے سنگین معاشرتی جرم کی مذمت کی ہے۔ قرآنِ حکیم نے یہودیوں کے متعلق ان کی دو برائیوں کو بطور مذمت بیان کیا ہے:

"سمعون للکذب اکلون للسحت" (۶۹)

(جھوٹی بات بنانے کے لئے جاسوسی کرنے والے اور رشوت کا حرام مال کھانے والے)۔

اسی طرح رشوت کے معاملے میں دلال بننے والے لوگوں کے بارے میں فرمایا:

"ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بھا الی الحکام
لتأکلوا فریقاً من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون o "(۷۰)

(اور تم ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ (اس طرح کہ) ان کو (راشی) حکام کے پاس پہنچاؤ تاکہ لوگوں کے مال ناجائز طور پر کھالو اور تم جانتے ہو)۔

حدیث پاک میں رشوت کی مذمت یوں بیان کی گئی ہے:

"لعن رسول اللہ ﷺ الراشی والمرتشی فی الحکم" (۷۱)

رسول اللہ ﷺ نے رشوت لینے والے اور دینے والے پر لعنت بھیجی)۔

اس معاشرتی برائی سے اجتناب لازم ہے کہ رشوت ستانی کے عام ہونے سے انصاف کا خون ہوتا ہے اور عدالتی نظام تباہ ہو جاتا ہے اور پھر اس صورت میں حدود اللہ قائم نہیں ہوتیں اور دوسرا یہ کہ بعض لوگوں کو ان کے حقوق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

عدلیہ کے ماتحت عملہ میں کرپشن:

ہمارے ہاں عدلیہ کا ماتحت عملہ کرپشن کے حوالہ سے بہت بدنام ہو چکا ہے جس کی وجہ سے غریب آدمی کو عدل کا حصول انتہائی مشکل ہو گیا ہے۔ ریڈر، اسٹینو، کلرک، نائب کورٹ وغیرہ ایک جائز اور قانونی کام کرنے کے بھی پیسے لیتے ہیں جیسے جج کا فیصلہ لکھنے اور اس کی نقل دینا ان کی ذمہ داری میں شامل ہونے کے باوجود اس کی فیس وصول کی جاتی ہے ورنہ تاخیر کا حربہ استعمال کیا جاتا ہے تاکہ لوگ رشوت دینے پر مجبور ہوں۔ اگر کسی کا کیس (Case) مؤخر کرنا ہو تو ریڈرز وغیرہ کا فائل کو نیچے رکھ دینا بڑی معمولی بات ہے۔

عدلیہ میں رشوت کے خاتمے کیلئے چند تجاویز:

رشوت کے خاتمے کے لئے ضروری ہے کہ چند اہم امور کا لحاظ رکھا جائے جیسا کہ عہد فاروقی رضی اللہ عنہ میں عدلیہ کو رشوت سے بچانے کے لئے باقاعدہ اہتمام کیا گیا۔ (۷۲)

(i) زیادہ تنخواہیں مقرر کرنا (ii) جج کا دولت مند اور معزز ہونا (iii) تجارت کی ممانعت۔

☆☆☆ میں نے امام شافعی سے زیادہ کسی کو عقل والا نہیں پایا (ابو عبید) ☆☆☆

تنخواہوں کا زیادہ ہونا اس لئے ضروری ہے تا کہ کوئی جج اپنی معاشی مجبوریوں کی وجہ سے رشوت لینے پر مجبور نہ ہو۔ آج کل سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے ججوں کو مناسب تنخواہیں اور سہولیات حاصل ہیں مگر ضلعی سطح پر ابھی خاصی کمی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جج کا معزز اور دولت مند گھرانے سے تعلق ہونا اس لئے ضروری ہے کہ اس پر کسی دوسرے کا پریشر اور رعب طاری نہ ہو اور وہ جرأت مندانہ اور دلیرانہ فیصلے کرے۔ اسی طرح وہ مال و دولت کا لالچ نہ کرے اور اپنے خاندان کی عزت کا لحاظ بھی کرے۔

تیسری بات یہ ہے کہ کوئی جج تجارت نہ کرے کیونکہ اس صورت میں اس کا عام لوگوں سے رابطہ ہوگا اور وہ اس کی حیثیت سے فائدہ اُٹھانے کے لئے زیادہ منافع دے سکتے ہیں جو کہ رشوت کی ہی ایک شکل ہوتی ہے۔

ججوں کیلئے تحائف پر پابندی:

عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عمال کیلئے تحائف لینے کی ممانعت تھی۔(۷۳) پھر عہد فاروقی رضی اللہ عنہ میں بھی اس پر باقاعدہ عمل کیا گیا اور اس طرح کے تحائف والے سامان کو بیت المال میں داخل کروا دیا گیا۔(۷۴) تعزیرات پاکستان دفعہ ۱۶۱ میں کسی سرکاری ملازم کو کسی قسم کا معاوضہ لینے کی ممانعت کی گئی ہے۔(۷۵)

سو آج کے دور میں عدلیہ کو ان اقدامات کی وجہ سے رشوت سے بچایا جا سکتا ہے۔

فوری اور سستے انصاف کا فقدان:

ہمارے عدالتی نظام میں دو اور خرابیاں بھی ہیں کہ یہاں انصاف بہت مہنگا ہے اور دوسرا یہ کہ انصاف بہت تاخیر سے ملتا ہے۔ ہمارے ہاں کوئی فریق وکیل کے بغیر اپنا موقف عدالت میں پیش نہیں کر سکتا۔ ضلع کی سطح پر بھی فیس خاصی زیادہ ہے مگر ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ میں تو فیس انتہائی زیادہ ہے۔ عام آدمی سپریم کورٹ تک جانے کا سوچ بھی نہیں سکتا اور اس کے ساتھ ساتھ مقدمہ کو غیر ضروری طوالت دے کر حق کے حصول میں تاخیر کی جاتی اور خواہ مخواہ تاریخ آگے ڈلوا دی جاتی ہے۔ اس کی وجہ سے لوگ حق کے حصول کے لئے عدالتوں میں جانے سے ہچکچاتے ہیں۔

☆☆☆ میں نے امام شافعی سے زیادہ کسی کو عقل والا نہیں پایا (ابو عبید) ☆☆☆

مقدمات کی بلاوجہ تاخیر کے باعث شہادتوں میں کمی:

بلاوجہ مقدمات کی طوالت کے باعث شہادتوں میں کمی آئی ہے اور لوگ مقدمات میں شہادت دینے سے گریز کرتے ہیں کہ اگر ان کو چند ایک مقدمات میں گواہی دینا پڑ گئی تو ان کا کاروبار ٹھپ ہو جائے گا اور یہ بات مسلمہ ہے کہ مقدمات میں فیصلہ جات کی بنیاد شہادتوں پر ہوتی ہے۔ گویا شہادتوں کا نہ ہونا عدل کے حصول میں بہت بڑی رکاوٹ اور مجرموں کو چھوٹ دینے کے مترادف ہے۔

قانون کی حقیقی بالادستی:

ہمارے ہاں قانون کی بالادستی نہیں ہے۔ صدر، وزیراعظم، گورنر، وزیراعلیٰ جیسے اعلیٰ حکومتی عہدوں پر فائز لوگ عدالت میں حاضر ہونے سے مستثنیٰ ہیں۔ اسی طرح حکمران طبقہ کے خلاف ان کے دور میں ہونے والے مقدمات کا فیصلہ عام طور پر ان کے اقتدار سے الگ ہونے کے بعد ہوتا ہے۔

اسلامی نظریاتی کونسل اور وفاقی شرعی عدالت کا مؤثر کردار:

اسلام میں جرائم کے سدباب کے ضمن میں شرعی سزاؤں کے نفاذ کے حوالے سے ان دونوں اداروں کا کردار بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی آراء کو خاص وزن دیا جانا چاہئے۔ پارلیمنٹ مختلف معاملات پر اس کونسل سے مشاورت لے اور بعد ازاں اس کو قانونی شکل دے کر نافذ بھی کریں کیونکہ آئین پاکستان میں مذکور ہے کہ کوئی قانون قرآن وسنت کے منافی نہیں ہوگا۔

وفاقی شرعی عدالت نے کئی اہم قوانین کو غیر اسلامی قرار دے کر ان کو تبدیل کروایا ہے مثلاً حدود آرڈیننس، زکوٰۃ وعشر آرڈیننس، احترام رمضان آرڈیننس اور سود کی حرمت کا مسئلہ۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کے کردار کو فعال بنایا جائے اور کوشش کی جائے کہ جو قوانین یکسر ختم ہو سکتے ہیں ان کو فوراً تبدیل کر دیا جائے اور دیگر قوانین کو مرحلہ وار تبدیل کیا جائے مگر ان کو بالکل نافذ نہ کرنے کے بہانے تلاش کرنے سے احتراز لازم ہے۔

محتسب کے ادارے کی توسیع:

جب سے وفاقی اور صوبائی محتسب کا ادارہ قائم ہے تب سے لوگوں کو ایک حد تک ریلیف

☆امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری اور سنِ وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆

ملا ہے۔ ایک سائل سادہ کاغذ پر درخواست لکھ کر بغیر کسی وکیل کے براہِ راست پیش کرتا ہے اور چند دنوں یا ہفتوں میں اس کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔ اس سے فوری اور سستے انصاف کا تصور ہمارے سامنے حقیقت بن کر آ گیا ہے۔ اس ادارے کی توسیع انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ اس کے دائرہ کار کی توسیع کے ساتھ ساتھ اس کو ضلع کی سطح پر کر دینا چاہئے تاکہ فوری اور سستے انصاف کی فراہمی جلد ممکن ہو سکے۔ بہر حال ایسے منصوبے کو جلد پایہ تکمیل تک پہنچانا چاہئے۔

فوری انصاف کیلئے عام عدالتی نظام میں اصلاحات:

فوری اور سستے انصاف کے لئے عدالتی نظام میں بھی بہتری لانی چاہئے۔ اس حوالے سے درج ذیل اقدامات انتہائی مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔

i۔ ابتدائی تفتیش دو ہفتے کے اندر مکمل کر لی جائے۔ اب حکومت نے تفتیشی آفیسرز الگ مقرر کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس لئے جلد تفتیش ممکن ہو سکے گی۔

ii۔ عدالت میں شہادتوں والے معاملے کیلئے ایک یا دو ماہ کا وقت مقرر کیا جائے۔

iii۔ بلاوجہ غیر حاضر ہونے کی بناء پر اس پارٹی کو مناسب جرمانہ کیا جائے اور وہ حاضر ہونے والی پارٹی کو دیا جائے۔

iv۔ دو یا تین دفعہ غیر حاضر ہونے پر اس فریق کے خلاف فیصلہ کر دیا جائے۔

اس طرح جلد فیصلے کی صورت میں سزا کا مقصد (حصول عبرت) بھی پورا ہوگا اور زیادہ رقم بھی خرچ نہیں ہوگی۔

نتائج بحث:

اس درج بالا ساری بحث سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں۔

۱۔ ہر وہ فعل جس کے ارتکاب پر سزا ہو اس کو جرم سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

۲۔ اسلامی عقائد (توحید و رسالت، آسمانی کتب، ملائکہ، آخرت) جرائم کے سدباب میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

۳۔ عبادات (نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج) اخلاقیات (اعتدال، صدق، تواضع، صبر، شکر، ایثار، حسن

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

ظن) اور معاملات میں سے بہت سے احکامات جرائم کے سدباب میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

۴۔ قصاص کی سزا کا حکم زندگی کی علامت ہے اور قتل خطا میں دیت (خون بہا) انسانی خون کے ضیاع کو روکنے کا بڑا موثر ذریعہ ہے۔

۵۔ حدود جان، دین، مال، عزت اور عقل کے تحفظ کے ساتھ ساتھ جرائم کی بیخ کنی میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔

۶۔ تعزیرات میں جرم کے مطابق جرمانے، عہدے سے معزولی، قید، جلاوطنی، کوڑے، قتل، سولی جیسے سزائیں جرائم کو روکنے کا اہم سبب ہیں۔

۷۔ حکومتی سطح پر پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کو نیکی پھیلانے اور برائی روکنے کے لئے استعمال کیا جانا چاہئے تاکہ جرائم کا سبب بننے والے ماحول کا خاتمہ ہو سکے۔

۸۔ پولیس اور جیل خانہ جات کے نظام میں اصلاحات کی جائیں اور ان کو مجرموں کی اصلاح کے لئے استعمال کیا جائے۔

۹۔ فوری اور سستے انصاف کے لئے ضلعی محتسب کا ادارہ قائم ہونا چاہئے۔

۱۰۔ عام عدالتی نظام میں بھی فوری اور سستے انصاف کے لئے اقدامات کرتے ہوئے مقررہ مدت میں فیصلے کرنے چاہئیں۔

۱۱۔ عدالت، اس کے ماتحت عملہ اور پولیس سیکرپشن کا مکمل خاتمہ لازمی ہے۔

۱۲۔ رشوت سے بچانے کے لئے اس کے اسباب کو ختم کرنے کیلئے اقدامات ضروری ہیں۔

۱۳۔ اسلامی نظریاتی کونسل اور وفاقی شرعی عدالت کا مؤثر اور فعال کردار قوانین کو اسلام کے مطابق بنانے کے لئے انتہائی ضروری ہے۔

المختصر اسلام کے عقائد، اعمال، اخلاقیات، معاملات، حدود، قصاص ودیت، تعزیرات، حکمران وقت کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرض کو ادا کرنا، پولیس اور جیل خانہ جات کی اصلاح اور عدالتی نظام کی اصلاح جیسے امور جرائم کے سدباب میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے ☆

حوالہ جات

۱۔ لوئیس معلوف، المنجد، دار المشرق، بیروت ۱۹۷۳ء، ص ۸۸۔

۲۔ الماوردی، ابوالحسن علی بن محمد، ۴۵۰ھ، الاحکام السلطانیہ، مصطفیٰ البابی، مصر، ص ۲۱۹۔

۳۔ عبدالقادر عودۃ، التشریع الجنائی، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۱ھ، ۱:۶۶۔

۴۔ سورۃ النساء، ۴:۵۹۔

۵۔ سورۃ الانعام، ۶:۱۲۴۔

۶۔ سورۃ الاعراف، ۷:۴۰۔

۷۔ سورۃ ھود، ۱۱:۳۵۔

۸۔ سورۃ طٰہٰ، ۲۰:۷۴۔

۹۔ سورۃ المعارج، ۷۰:۱۱

۱۰ (الف): البخاری، محمد بن اسماعیل (م ۲۵۶ھ) صحیح، کتاب الاعتصام، قدیمی کتب خانہ کراچی ۲:۱۰۸۲
(ب) مسلم، بن حجاج قشیری (م ۲۶۱ھ) صحیح، کتاب الفضائل، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۲:۲۶۲۔

۱۱۔ سورۃ الشمس، ۹۱:۸۔

۱۲۔ سورۃ یوسف، ۱۲:۵۳۔

۱۳۔ سورۃ البقرۃ، ۲:۳۰۔

۱۴۔ سورۃ آل عمران، ۳:۱۴۔

۱۵۔ سورۃ الروم، ۳۰:۴۱۔

۱۶۔ سورۃ الجمعۃ، ۶۲:۲۔

۱۷۔ مسلم، بن حجاج قشیری (م ۲۶۱ھ) صحیح، کتاب الفضائل، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۲:۶۷ ـ ۶۶

۱۸۔ ایضاً، ۲:۶۸۔

۱۹۔ المرغینانی، علی بن ابی بکر (م ۵۹۳ھ) الھدایۃ، کتاب الحدود، مکتبہ شرکۃ علمیۃ، ملتان، ۱:۵۰۶۔
قصاص کو اسلئے حد نہیں کہتے کہ وہ حق عبد ہے اور تعزیر کو اسلئے نہیں کہتے کہ وہ معین نہیں ہے۔

۲۰۔ درہم (چاندی کا سکہ جس کا وزن ۲٫۹۷ گرام ہے) دینار (سونے کا سکہ جس کا وزن ۴٫۲۵

☆ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۶۴ ہجری اور سن وصال ۲۴۱ ہجری ہے ☆

گرام ہے) چاندی کے نصاب کی قیمت سونے کے نصاب کے مقابلے میں کم ہے۔زکوۃ کے برعکس حد سرقہ میں کم مالیت والے نصاب کی بجائے زیادہ مالیت والے نصاب پر ہوگا کیونکہ مسلمہ ضابطہ ہے کہ شبہات سے حد ساقط ہو جاتی ہے۔

۲۱۔ سورۃ المائدۃ، ۵:۳۸۔
۲۲۔ سورۃ النور، ۲۴:۲۔
۲۳۔ مسلم، کتاب الحدود، ۲:۶۶۔
۲۴۔ سورۃ النور، ۲۴:۴۔
۲۵۔ سورۃ المائدہ، ۵:۳۳۔
۲۶۔ الطحاوی، ابوجعفر احمد بن محمد (م ۳۲۱ھ) شرح معانی الآثار، المکتبۃ الامدادیہ، ملتان، ۲:۸۹۔
۲۷۔ مسلم، کتاب الحدود، ۲:۷۱۔
۲۸۔ وھبۃ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دارالفکر، بیروت۔
۲۹۔ مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الامارۃ: ۳۲۰، مسلم، کتاب الامارۃ، ۲:۱۲۸۔
۳۰۔ مشکوٰۃ، کتاب الامارۃ: ۳۲۱۔
۳۱۔ سورۃ البقرہ، ۲:۱۹۱۔
۳۲۔ الترمذی، محمد بن عیسیٰ (م ۲۷۹ھ) جامع، ابواب الحدود، مختار اینڈ کمپنی، دیوبند، انڈیا، ۱:۲۷۰۔
۳۳۔ ابوداؤد، کتاب الحدود، ۲:۲۵۰۔
۳۴۔ سورۃ البقرۃ، ۲:۱۷۸۔
۳۵۔ سورۃ البقرۃ، ۲:۱۷۹۔
۳۶۔ سورۃ المائدہ، ۵:۳۲۔
۳۷۔ ایضاً، ۴۵۔
۳۸۔ سورۃ النساء، ۴:۹۲۔
۳۹۔ ایضاً، ۳۴۔
۴۰۔ عبدالقادر عودہ، التشریع الجنائی، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۱ھ، ۱:۲۰۳۔
۴۱۔ الترمذی، ابواب الصلوٰۃ، ۱:۹۳۔

فضل العالم علی العابد کفضلِ القمر علی سائرِ الکواکب (سنن ابوداود و ترمذی)

۴۲۔ سورۃ التوبہ، ۹: ۳۵۔

۴۳۔ سورۃ طہ، ۲۰: ۷۴۔

۴۴۔ سورۃ الفرقان، ۲۵: ۳۴۔

۴۵۔ ق، ۵۰: ۳۰۔

۴۶۔ سورۃ النساء، ۴: ۳۴۔

۴۷۔ البخاری، کتاب المغازی، ۲: ۶۳۴۔

۴۸۔ سورۃ التوبہ، ۹: ۱۱۸۔

۴۹۔ التشریع الجنائی، ۱: ۷۹۲۔

۵۰۔ البخاری، کتاب الحیل، ۲: ۱۰۳۔

۵۱۔ ابوداؤد، کتاب الزکوۃ، ۱: ۲۲۸۔

۵۲۔ النسائی، کتاب قطع السارق، ۲: ۲۶۰۔

۵۳۔ التشریع الجنائی، ۱: ۵-۷۰۴۔

۵۴۔ سورۃ النساء، ۴: ۱۵۔

۵۵۔ النساء، ۴: ۱۵۔

۵۶۔ شبلی نعمانی، الفاروق، مکتبہ رحمانیہ، لاہور: ۲۲۸۔

۵۷۔ Dr. Muhammad Tahir-ul-Qadri, Islamic Penal system, Minhaj-ul-Quran publications, Lahore 1995:438

۵۸۔ سورۃ المائدہ، ۵: ۳۳۔

۵۹۔ البخاری، کتاب المحاربین، ۲: ۱۰۱۰۔

۶۰۔ التشریع الجنائی، ۱: ۶۸۹۔

۶۱۔ سورۃ المائدہ، ۵: ۳۳۔

۶۲۔ سورۃ الحج، ۲۲: ۴۱۔

۶۳۔ مسلم، کتاب الایمان، ۱: ۵۱۔

۶۴۔ Dr. Muhammad Tahir-ul-Qadri, Legal Character of Islamic

Publications,Idara Minhaj-ul-Quran, Lahore, 1988 115

۶۵۔ The Pakistan penal code, Kausar Brothers, Lahore : 257

۶۶۔ الفاروق: ۲۲۷۔

۶۷۔ ابوداؤد، کتاب القضاء،۲: ۱۵۵۔

۶۸۔ الفاروق: ۲۲۸۔

۶۹۔ سورۃ المائدہ،۵: ۴۲۔

۷۰۔ سورۃ البقرت،۲: ۱۸۸۔

۷۱۔ ترمذی، ابواب الاحکام،۱: ۱۴۸۔

۷۲۔ شبلی نعمانی، الفاروق: ۴۔۲۲۳۔

۷۳۔ البخاری، کتاب الحیل،۲: ۱۰۳۳۔

۷۴۔ السرخسی، ابوبکر محمد بن احمد (م ۴۹۰ھ)، المبسوط، دارالمعرفۃ، لبنان، ۱۳۹۸ھ، ۱۶: ۸۲۔

۷۵۔ The Minor Acts : 253-54

پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز صاحب کی درج ذیل کتب و رسائل

ہمارے ہاں دستیاب ہیں.

۱. تاریخ نفاذ حدود ۲. کاغذی کرنسی کی شرعی حیثیت ☆ چند جدید معاملات کی شرعی حیثیت

۳. کریڈٹ کارڈ (تاریخ، تعارف، شرعی حیثیت) ۴. کلوننگ (تعارف، امکانات، خدشات، شرعی نقطہ نظر) ۵. امام وخطیب کی شرعی ومعاشرتی حیثیت

۶. مختصر نصاب سیرت ۷. مختصر نصاب فقہ ۸ مختصر نصاب قرآن

۹۔ مختصر نصاب حدیث ۱۰. انڈیکس شرح صحیح مسلم ۱۱. روزہ رکھیئے مگر!

۱۲۔ قربانی کیسے کریں ۱۳۔ آسان ومختصر دعائیں ۱۴۔ لوگ کیا کہیں گے؟

۱۵۔ کڑوی روٹی ۱۶۔ منتخب مباحث علوم القرآن ۱۷. پندرھویں صدی کا مجدد کون؟

۱۸۔ شیئرز کے کاروبار کی شرعی حیثیت ۱۹۔ رطب ویابس (مجموعہ مضامین)

۲۰۔ بینکوں کے ذریعہ زکوۃ کی کٹوتی کی شرعی حیثیت ۲۱ مفتی کون؟ فتوی کس سے لیں؟

مکتبہ فیض القرآن قاسم سنٹر اردو بازار کراچی ۔ فون 2217776